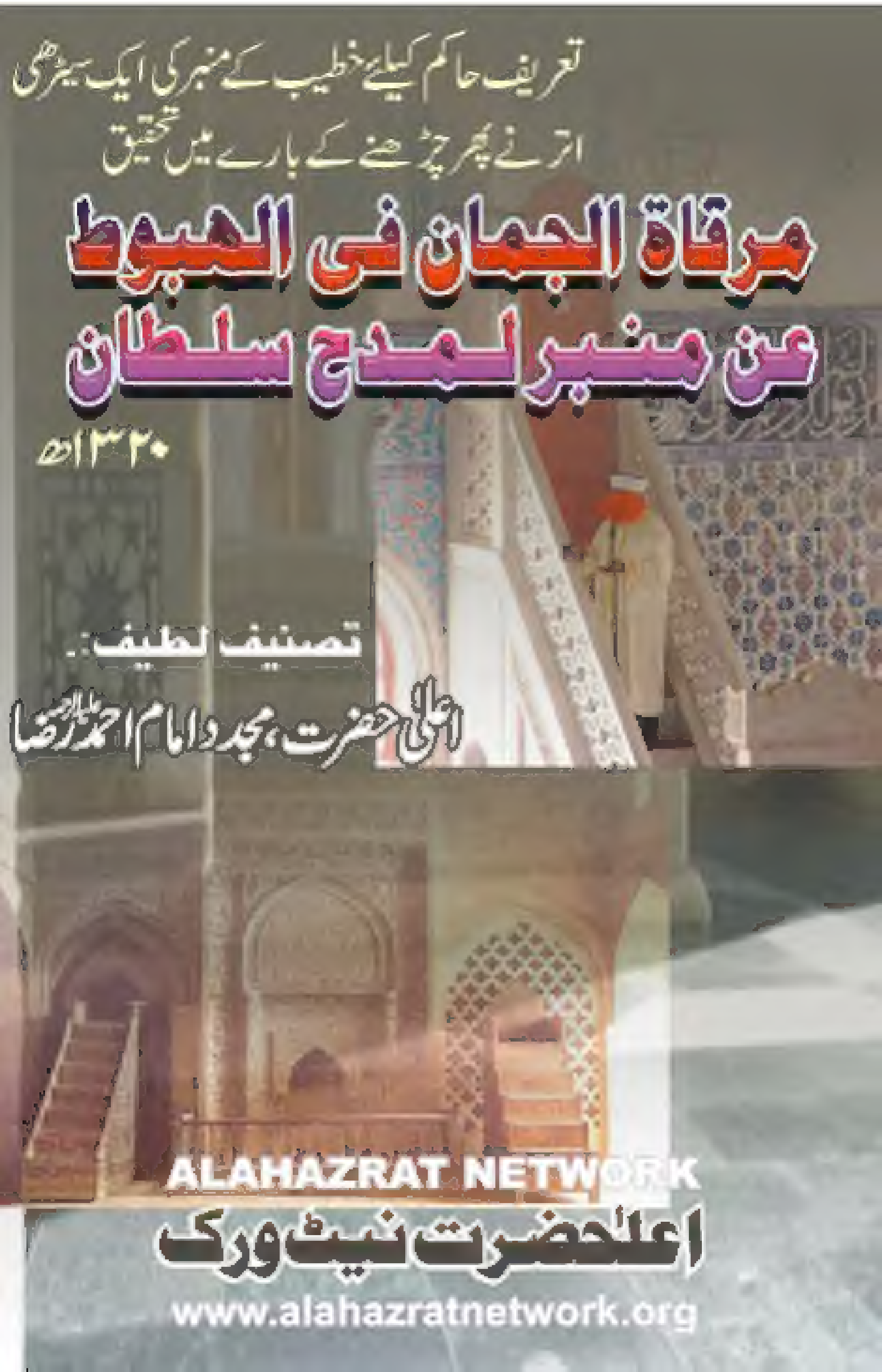

تعریف حاکم کیلئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی
اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن منبر لمدح سلطان

۱۳۲۰ھ

تصنیف لطیف :-

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

۱۴

۲۰

مُرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان

(تعریفِ حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اُترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

مسئلہ ۱۳۲۹ از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کون سا جواب احق بالقبول ہے:

سوال: علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں خطیب کو خطبہ ثانی میں منبر سے ایک سیڑھی اُترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بسند الکتاب و توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب ھو الصواب: صورتِ مسئولہ میں خطیب کو سیڑھی اُترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۶۰۰ میں مذکور ہے:

قال ابن حجر فی التحفۃ وبحث بعضھم ان ما اعتید الاٰن من النزول فی الخطبۃ الثانیۃ الی درجۃ سفلی ثم العود بدعۃ قبیحۃ

ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بحث کی ہے کہ یہ جو عادت بنالی گئی ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت منبر کی نچلی سیڑھی اور پھر دوبارہ اوپر والی سیڑھی پہ

شنیعہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

چلا جانا بدترین بدعت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

محمد عیسٰی عفی عنہ۔ المجیب مصیب عبداللہ عبدالرحمٰن ولد مولوی محمد عیسٰی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ اللھم ارنا الحق وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان اور رحم والا ہے، اے اللہ! ہمیں حق دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ (ت)

مجیب لبیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب تحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے،

ان المسئلۃ الواقعۃ متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ خصوصا[2] انتہی مختصرا۔

یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہے بلکہ ایسا اس منکر کہتے ہیں جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو انتہی مختصراً (ت)

اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ اس زینہ اُترنے کی وجہ کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نولکشور میں تحریر فرماتے ہیں،

میدانید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین کہ در زینہ پایہ سرفرود آمدہ می خوانند وجہش چیست این تواضعیست کہ سلاطین عظام نسبت بآں سرور و خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نمودہ اند وجائز نداشتہ اند کہ اسامی ایشاں با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود شکر اللہ سعیہم[3] انتہی۔

علامہ حسین کاشفی مؤلف تفسیر حسینی اپنی کتاب "ترغیب الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں،

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۶

[2] طریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث الثلاثون مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۰۹

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب فرد ودوم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۱۶۲

ازاں پایۂ منبر کہ حمد و ثنا و درود گفتہ و ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفتہ خطبۂ باقیہ تمام کند[1] انتہیٰ۔

مطلب عبارتِ مکتوبات کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اُتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین آں سرورِ کائنات علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کی ہے اور اُن بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں کی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابرین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری اُن نیکبخت بادشاہوں کے حق میں دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور مطلب عبارت "ترغیب الصلوٰۃ" کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینۂ معلومہ پر حمد و ثنا و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرکے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے اور ذکر دعائے سلطان کرکے جب دُعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبۂ باقیہ تمام کرے۔

اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اُترنے کے لئے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اُترنا جاری ہوا ہے اب جو علماء اس کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعتِ قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طریقۂ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور ما نحن فیہ میں تو خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اُترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا، ہاں جو علماء اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعتِ قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحۃً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اس سے منع کرنا واجب ہوگا ودونہ خرط القتاد (جبکہ اس کے آگے مضبوط رکاوٹ ہے۔ ت) اور جو علماء اس زینہ اُترنے کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر یہ بات ضرور ہے کہ اس کا بدعتِ قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے:

---

[1] ترغیب الصلوٰۃ لعلامہ حسین کاشفی

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی ما احدث مما یخالف الکتاب او السنۃ او الاثر او الاجماع فھو ضلالۃ وما احدث من الخیر مما لایخالف شیئا من ذٰلک فلیس بمذموم ۱؎ انتہی۔

یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو ایسی چیز نکالی جائے کہ وہ کتاب اللہ یا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم یا اجماعِ امت کے مخالف ہو وہ بدعتِ ضلالت و بدعتِ قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جائے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے انتہی بلکہ وہ بدعتِ حسنہ ہے بالجملہ بدعتِ غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلثہ مشہورہ اعنی واجبہ، مندوبہ و مباحہ ہیں اُن میں سے ایک میں داخل ہے۔

اب اہلِ انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اُترنا کون سی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے خلاف ہے۔ جب ان ادلّہ مذکورہ کے خلاف نہ ہوا تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس قول "وما احدث من الخیر مما لایخالف شیئا من ذٰلک فلیس بمذموم" (جو ایسی نیکی ایجاد کی جائے جو مذکورہ اشیاء (کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اقوال صحابہ اور اجماعِ اُمت) کے خلاف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہوتی۔ ت) میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اُترنے کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہوگیا، عاقل منصف کے لئے اشارہ کافی ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

یہ میرے نزدیک ہے اور اللہ سب سے خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم اتم اور کامل ہے۔ (ت)

حررہ الفقیر الٰی ربہ القدیر عبدالرحیم عفی عنہ

الحمد للہ المنزل القرآن المبین علی عارج معارج التقریب المکین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین والیہ یصعد الکلم الطیب والحمد للہ رب العٰلمین۔

سب تعریف اللہ کے لئے جس نے قرآن مبین اس ذاتِ اقدس پر نازل فرمایا جو لامکاں کی بلندیوں پر فائز ہوئی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین، اور اسی کی طرف مبارک کلمات بلند ہوتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

۱؎ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام، فصل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۱۶

الجواب

اقول وباللہ التوفیق کسی فعلِ مسلمین کو بدعتِ شنیعہ وناجائز کہنا ایک حکم اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگاتا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اُنھوں نے اس سے منع فرمایا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحقِ عذاب وناراضیٔ رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی ومحبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون[1] اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (ت)

کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصولِ اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قولِ مجتہد، صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یُوں نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحۃً بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اسی کے ذمہ رہے وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلّٰی قَارَّهَا (معاملے کے گرم حال کو بھی اسی کے سپرد کردو جو سرد حال کا مالک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے بُرا پہلو بھی اسی کے سپرد کردو یا جو نفع اٹھاتا رہا وہی بوجھ اور نقصان بھی اٹھائے۔ اہلِ عرب کے نزدیک گرم چیز بُری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے، حارّ العمل سخت اور کٹھن کام، اور قارّ العمل آسان کام۔ ت) اگر ایسا ہو کہ کوئی اُسے بطور جزم لکھ جاتا ہے تو اس پر گرفت ہوتی ہے کہ ساقہ مساق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں منقول ہے خود اسی ردالمحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا، یہ نہ فرمایا کہ نزول وصعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ متمیز رہے منقول فی المذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا ذکر نہ سمجھا جائے وہی تحفہ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے طرز ادا رکھا کہ مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے، بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحۃً کسی کلیہ یا خصوصیۃً مذہب کے

---

[1] القرآن ۲/۸۰

تحت میں داخل ہو کر ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ جواب ہوگا کہ حرام، یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیۂ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے، تو ثابت ہوا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اسے کسی کلیۂ مذہب کے نیچے بھی صراحۃً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر و بحث بعضھم (ابن حجر نے کہا اور اس میں بعض نے بحث کی ہے۔ ت) پر اکتفا نہ کرتے، پھر بعضھم (کم از کم۔ ت) کے لفظ سے اور بھی اشارہ کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علماء اس کے مخالف ہیں یا لا اقل ان کی موافقت ثابت نہیں، خود علامہ شامی نے اسی ردالمحتار میں اس اشارہ و اشعار کی جابجا تصریح کی، درمختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا:

واعتاقه بعض الائمة ينكر[1]

(بعض ائمہ کا اسے آزاد قرار دینا ناپسند ہے۔ ت)

اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا:

مفهوم قوله بعض الائمة ينكر انه يجوزه اكثرهم ولم ينقل ذلك[2] الخ	قولہ "بعض الائمۃ ینکر" کا مطلب یہ ہے کہ اکثر نے اسے جائز قرار دیا ہے الخ (ت)

بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے، درمختار کتاب الغصب میں تھا:

اختار بعضهم الفتوى على قول الكرخي في زماننا[3]	ہمارے زمانے میں بعض نے امام کرخی کے قول پر فتوٰی دیا ہے۔ (ت)

شامی نے کہا:

هذا من كلام الزيلعي اتى به لاشعار هذا التعبير بعدم اعتماده[4] (ملخصاً)	یہ امام زیلعی کا کلام ہے ان کی یہ تعبیر واضح کر رہی ہے کہ یہ معتمد نہیں (ملخصاً)۔ (ت)

---

[1] درمختار	کتاب العتق	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۲۶۳/۲
[2] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۳۳۹/۵
[3] درمختار	کتاب الغصب	" مطبع مجتبائی دہلی	۲۰۶/۲
[4] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱۳۳/۵

درمختار فصل صفۃ الصلوٰۃ میں تھا:

لو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حال الانحناء لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی[1]۔

اگر ایک حرف یا کلمہ رہ گیا تھا جو نماز میں جھکنے کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، منیۃ المصلی۔ (ت)

شامی نے لکھا:

قولہ لاباس بہ عند البعض اشار بھذا الی ان ھذا القول خلاف المعتمد[2] الخ

قولہ "بعض کے نزدیک کوئی حرج نہیں" اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ قول معتمد کے خلاف ہے الخ (ت)

اس تقریر منیر سے بحمد اللہ تعالٰی روشن ہوگیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اس دعوٰی سے جزم بحکم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے، اب رہی بعض کی بحث،

اقول اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول المأخذ کی قابلِ استناد بھی نہیں، ایسی ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے:

قول المعراج ثم رأیت فی موضع الخ لایکفی فی النقل لجہالتہ[3]۔

صاحبِ معراج کا قول کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے الخ ان کے عدمِ علم کی وجہ سے نقل کے لئے کافی نہیں (ت)

ثانیاً محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقۂ اجتہاد میں نہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر اُن کی بحث حجت ہوسکتی ہے والا لکان تقلید مقلد وھو باطل اجماعا (ورنہ یہ مقلد کی تقلید ہوجائے گی اور وہ بالاتفاق باطل ہے۔ ت)

ثالثاً اس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں،

اگر کہیے حادث ہے **اقول** مجرد حدوث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع، نہ اس کی حجیت علامہ شامی نہ امام ابن حجر نہ ان بعض کسی کو تسلیم۔ ردالمحتار میں ہے:

صاحب بدعۃ ای محرمۃ والا فقد تکون

صاحب بدعت محرمہ ہوگا ورنہ کبھی بدعت واجبہ

---

[1] درمختار واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵
[2] ردالمحتار " " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۴
[3] " " کتاب النکاح، باب الولی " " " ۲/۳۲۹

واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن في الصدر الاول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ الماكل والمشارب والثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوي عن تهذيب النووي ومثله في الطريقة المحمدية للبركوي[1]۔

ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں کی گمراہی کا رد کرنے کیلئے دلائل قائم کرنا اور علم نحو کا سیکھنا جو کتاب وسنت کی تفہیم کیلئے ضروری ہے اور کبھی مستحب ہوگی جیسے کہ سرائے اور مدرسہ اور ہر وہ نیکی کا کام جو پہلے دور میں نہ تھا، اور کبھی مکروہ ہوگی جیسے مساجد کو مزین کرنا، اور مباح ہوگی جیسے کھانے پینے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا جیسا کہ امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب نووی سے بیان کیا، اور برکوی کی طریقہ محمدیہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (ت)

امام ابن حجر فتح المبین میں فرماتے ہیں،

الحاصل ان البدعة الحسنة متفق على ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك[2]۔

حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ت)

خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعت مستلزم قبح وشناعت نہیں معہذا یوں تو وہ محل جس پر یہ نزول وصعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول وصعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی، اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز،

ثم يدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنبا في مدحه عما قالوا انه كفر وخسران كما في الترغيب وغيره[3] اھ۔

پھر بادشاہ وقت کے لئے یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالٰی اسے عدل واحسان کی توفیق دے لیکن بادشاہ کی مدح سرائی سے اجتناب کرے کیونکہ علماء نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کفر اور خسارہ ہے جیسا کہ ترغیب وغیرہ میں ہے (ت)

فرمایا،

اشار الشارح بقوله يجوز الى حمل قوله

شارح نے "یہ جائز ہے" کہہ کر اس طرف اشارہ

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] فتح المبین

[3] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۹

ثم یحمل علی الجواز لا الندب لانه حکم شرعی لابد له من دلیل وقد قال فی البحر انه لا یستحب لما روی عن عطاء رضی الله تعالٰی عنه حین سئل عن ذلك فقال انه محدث وانما کانت الخطبة تذکیرا اھ ولا مانع من استحبابه فیها کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحه صلاح العالم وما فی البحر من انه محدث لاینافیه فان سلطان ھذا الزمان احوج الی الدعاء له ولامرائه بالصلاح والنصر علی الاعداء وقد تکون البدعة واجبة او مندوبة اھ مختصرا۔[1]

کیا ہے کہ "پھر دُعا کرے" کے الفاظ جواز پر محمول ہیں ندب پر نہیں کیونکہ ندب حکمِ شرعی ہے اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے، اور بحر میں ہے کہ یہ مستحب نہیں کیونکہ حضرت عطاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس بارے میں پُوچھا گیا تو فرمایا یہ نئی ایجاد ہے اور خطبہ تو محض نصیحت کے لئے ہوتا ہے اھ تو خطبہ میں سلطان کے لئے دُعا کے مستحب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں جیسے کہ تمام مسلمانوں کے لئے اس میں دعا کی جاتی ہے کیونکہ سلطان کی اصلاح تمام جہان کی اصلاح ہوتی ہے اور جو بحر میں ہے کہ یہ نئی چیز ہے وہ اس کے منافی نہیں کیونکہ اس دور میں بادشاہ اور اس کے رفقاء اس دُعا کے زیادہ محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ دشمن پر غالب آئے اور بعض اوقات بدعت واجب یا مندوب ہوتی ہے اھ مختصراً (ت)

اگر کہئے زیادت علی السنۃ ہے **اقول** یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عمین کریمین و بتول زہرا و ریحانتین مصطفٰی و ستّہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب و علیہم جمیعاً و بارک وسلم سب زیادت علی سنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ٹھہریں گے، زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتقاد سنّیت ہو ورنہ باعتقادِ اباحت یا ندب زیادت نہیں۔ درمختار بیان سننِ الوضو میں ہے:

وزاد لطمانینة القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لاباس به وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد۔[2]

اگر کسی نے دو تین سے زائد بار اعضاء کو دھویا اور مقصد اطمینانِ قلب یا وضو پر وضو تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں، باقی فرمانِ نبوی "ایسا کرنے والے نے زیادتی کی" اعتقاد (کہ اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا) پر محمول ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۹۹

[2] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲

اسی ردالمحتار میں بدائع امام ملک العلماء سے ہے:

الصحیح انہ محمول علی الاعتقاد دون نفس الفعل حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعید[1]

صحیح یہ ہے کہ یہ اعتقاد پر محمول ہے نفسِ فعل پر نہیں حتی کہ اگر کسی نے اضافہ کر لیا یا کمی کی مگر عقیدہ یہ تھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو اسے وعید لاحق نہ ہوگی۔ (ت)

خود علامہ شامی فرماتے ہیں:

اقول قد تقدم ان المنھی عنہ فی حدیث قد تعدی محمول علی الاعتقاد عندنا کما صرح بہ فی الھدایۃ وغیرھا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعید (الی ان قال) ان من اسرف فی الوضوء بماء النھر مثلا مع عدم اعتقاد سنیۃ ذلک نظیر من ملأ اناءً من النھر ثم افرغہ فیہ ولیس فی ذلک محذور سوی انہ عبث لا فائدۃ فیہ وھو فی الوضوء زائد علی المامور بہ فلذا سمی فی الحدیث اسرافا قال فی القاموس الاسراف التبذیر وما انفق فی غیر طاعۃ ولا یلزم من کونہ زائدا علی المامور بہ وغیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ یکون قد تعدی وظلم لاعتقادہ ما لیس بقربۃ قربۃ فلذا حمل علماؤنا النھی علی ذلک[2]

میں کہتا ہوں کہ پہلے گزرا کہ ہمارے نزدیک فرمانِ نبوی "اس نے زیادتی کی" میں ممنوع اعتقاد ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے، اور بدائع میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کمی کی اور اعتقاد یہ رکھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو وہ گنہگار نہ ہوگا (آگے چل کر کہا کہ) وہ شخص جو نہر کے پانی میں وضو کرتے ہوئے اسراف کرتا ہے لیکن اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا یہ اس شخص کی طرح ہی ہے جس نے نہر سے برتن بھرا پھر اسی میں واپس ڈال دیا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں سوائے اس کے یہ عمل عبث ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ مامور بہ وضو میں زائد شئی ہے پس اسی لئے حدیث میں ایسے کو اسراف کا نام دیا گیا ہے۔ قاموس میں ہے اسراف، فضول خرچی یا ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جو مقام طاعت کے علاوہ ہو، مامور بہ سے زائد یا مقام طاعت کے علاوہ خرچ کرنے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا البتہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۸۹

[2] ″ ″ ″ ۱/۹۸

اگر کہئے اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنّت سمجھ لیں گے **اقول** اوّلاً وہی نقوض ہیں کہ یہ نفس اذکار بھی سنّت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کردیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہئے کہ علماء کبھی کبھی اُسے بھی ترک کردیں تاکہ عوام سنّت نہ سمجھ لیں، اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ! فقیر غفرالمولی القدیر نے اپنی کتاب رشاقۃ الکلام حاشیۃ اذاقۃ الاثام میں اس کی بکثرت تصریحات ائمہ دین و علمائے معتمدین حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں، اسی ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

www.alahazratnetwork.org

مقتضی الدلیل عدم المداومۃ لا المداومۃ علی الترک فان لزوم الایہام ینتفی بالترک احیانا اھ باختصار

دلیل کا تقاضا عدمِ مداومت ہے نہ کہ ترک پر مداومت کیونکہ کبھی کبھار ترک سے لازم و واجب ہونے کی نفی ہوجاتی ہے اھ باختصار (ت)

اب نہ رہا مگر ادعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم سلمہٗ نے بروجہ کافی نقل کردیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہوگئی اور توہمِ عبث زائل ہوگیا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرعی سے ناشی ہوسکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و مہم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلاً پتا نہیں رہتا ہے خطبے میں ذکرِ سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعارِ سلطنت قرار پاچکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکہ و خطبہ جاری ہے، سلطنتِ اسلامی میں اگر خطیب ذکرِ سلطان ترک کرے مورد عتاب ہوگا، مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدرِ اندیشہ فتنہ موکد بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے، اسی ردالمحتار میں اسی مسئلہ ذکرِ سلطان میں ہے:

وایضا فان الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الاٰن من شعار السلطنۃ فمن ترکہ یخشی علیہ ولذا قال بعض العلماء لو قیل ان الدعاء لہ واجب لما فی ترکہ

سلطان کے لئے منبر پر دُعا کرنا بھی اب سلطنت کے شعار میں سے ہوگیا ہے، جو اسے ترک کرے گا اس پر نقصان کا خدشہ ہے، اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ اس میں کوئی بُعد نہیں اگر یہ کہہ دیا جائے

من الفتنة غالبا لو ترک کما قیل به فی قیام الناس بعضهم لبعض[1]

کہ سلطان کے لیے دعا کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک پر غالباً فتنہ اٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کے بعض کے لیے قیام کے بارے میں کہا گیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صدہا سال سے اکثر سلاطین زمان فساق ہیں اس کا فسق اور کچھ نہ ہو تو حدود شرعیہ یک لخت اٹھا دینا اور خلاف شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹیکس اور جرمانے لگانا کیا تھوڑا ہے، اسی رد المحتار آخر کتاب الاشربہ میں سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

www.alahazratnetwork.org

قد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر[2]

علماء نے فرمایا جو ہمارے دور کے سلطان کو عادل کہے گا وہ کافر ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لئے جانے پر ناراض ہوں گے یوں ہی اگر نام بے کلمات مدح و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز له العرش[3] رواه ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة وابو یعلٰی فی مسنده والبیهقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی فی الکامل عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنهما۔

جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ اسے امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ، ابو یعلٰی نے مسند اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

خطبا جب کہ مجبورانہ اس میں مبتلا ہوئے ان بندگان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علیحدہ بھی کر دیں کہ نفس عبارت اسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جدائی بھی معلوم ہو کر آتش فتنہ مشتعل نہ ہو اس

---

[1] رد المحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۹۹

[2] " کتاب الاشربہ " " " ۵/۳۲۶

[3] شعب الایمان حدیث [illegible] باب فی حفظ اللسان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۳۰

کے لئے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکرِ سلاطین کرکے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسبِ تصریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃً واحدۃً معاً صادر ہوئے۔

وعن هذا یتم ارتباط الایجاب بالقبول اذا لحقه فی المجلس والا فالایجاب انما کان لفظا صدر فعدم والقبول لم یوجد بعد واذا وجد لم یکن الایجاب موجودا والموجود لا یرتبط بالمعدوم کما افاده فی الهدایة وغیرها۔

اور اسی سے ایجاب کا قبول سے ربط تام ہوگا بشرطیکہ وہ مجلس کے اندر ہی ہو ورنہ جب ایجاب لفظاً صادر ہوا اور ابھی تک قبول معرضِ وجود میں نہیں آیا اور جب وہ معرضِ وجود میں آیا تو ایجاب نہ تھا اور موجود کسی معدوم سے مرتبط نہیں ہوسکتا، ہدایہ وغیرہ میں ایسے ہی تحریر ہے (ت)

لہٰذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لئے زینہ زیریں تک اُتر آئیں اور بقدرِ امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اُس کے قطع ہی کے لئے معہود ہے تو عرفاً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع تبدلِ مجلس و انفصالِ ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوتِ آیتِ سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علماء نے تبدیلِ مجلس گنا ہے۔ اسی ردالمحتار میں ہے،

لعل وجهه ان الانتقال من غصن الی غصن والتسدیة ونحو ذلك اعمال اجنبیة کثیرة یختلف بها المجلس حکما کالکلام والاکل الکثیر لما مر من ان المجلس او البیت یختلف حکما بمباشرة عمل یعد فی العرف قطعا لما قبله ولا شك ان هذه الافعال کذلك وان کانت فی المسجد او البیت بل یختلف بها حقیقة لان المسجد مکان واحد حکما وبهذه الافعال المشتملة علی الانتقال یختلف

شاید وجہ یہ ہے کہ ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونا اور کپڑا بنانے کے لئے تانا لگانا اعمالِ اجنبیہ اور کثیر ہیں جن کی وجہ سے مجلس حکماً مختلف ہو جاتی ہے جیسے کثیر کلام اور طعام سے مجلس بدل جاتی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ مجلس اور گھر، ہر ایسے کام سے حکماً تبدیل ہو جاتے ہیں جنہیں عرف میں ماقبل کام کو ختم کرنے والا کہا جاتا ہو اور ان افعال کے ایسا ہونے میں کوئی شک ہی نہیں اگرچہ یہ مسجد یا گھر میں سرزد ہوں بلکہ ان میں حقیقۃً تبدیلی آجائے گی کیونکہ مسجد حکماً ایک جگہ کی طرح ہوتی ہے

www.alahazratnetwork.org

حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی۱؎ اور ان افعال جو انتقال پر مشتمل ہیں کی وجہ سے حکماً مختلف ہوجائے گی بخلاف کھانے کے، کیونکہ اس میں اختلاف حکماً ہوگا۔ (ت)

اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہوا اُس عذر کے دفعہ کو، اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لئے خطبہ قطع فرماکر نیچے اُترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متوجہ نہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لئے کوئی محلِ احتجاج نہیں، جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول وصعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر ومدح سلطان ترک نہ کرسکیں اس مصلحت کے ترک کی کوئی وجہ نہیں، اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ ومخالفۂ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے، خصوصاً کذب وشنائع کو عبادت میں ملانا، تو اس کے لئے یہ نزول عذر نہیں ہوسکتا، اور جب مخالفاتِ شرع سے پاک تو بہ نیت اظہارِ مراتب، جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالٰی کے مکتوبات میں ہے، نزول وصعود ایک وجہ موجہ رکھتا ہے اس صورت میں اس پر نکیر لازم نہیں، ہاں عوام سے اندیشۂ اعتقاد سنیت کے سبب علماء کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول وصعود بلکہ خود ذکر سلطان اعزاللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب ومندوب ہے اور اس نیت کے لئے نزول وصعود میں بھی حرج نہیں، اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ وارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین، پس احق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے ھذا ما ظھرلی (یہ مجھ پر واضح ہوا ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

۱؎ ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۷۲